افکار غزالیؒ
علم حقیقی اور ارباب دین کا مطالعہ

Ghazali ideology: study of real knowledge and religious scholars

ڈاکٹر خالد عزیز[1]

Abstrac:

Imam Ghazali was very devoted and true muslim , by virtues of his traits ,he is truly entitled to be called as "hujjat al-islam".According to Imam Ghazali inherent religion does not always right to decide the right religion who needed to have true and correct Knowledge through which they can get closeness of God ,therefore, he meticulously reviewed and assessed all Knowledge of religious and sciences.

Imam Ghazali conducted a through and unbiased analysis of all western and religious philosophies and encouraged people to gain Knowledge that do not go againts islamic teaching and societal properity.In religious philosphies he contradicated all concepts that destroyed that basics of islam ,while at the same time he presented the true picture of islam to general puplic,In his opinion a person who is lacking morals or who does not follow the principles of Shariah islam can not be near Allah .

Keywords: *Sufisim, religion, society, responsible, knowledge.*

تخلیق کائنات اور پیدائش آدم کے بعد پہلا نظریہ حیات جو کہ دین کی صورت میں انسان کو عطا ہوا وہ الہامی تھا، اس کی وجہ صاف و واضح یہ ہے کہ جس ذات نے انسان کو پیدا کیا وہی اس کی ضرورت کو بہتر طور پر سمجھتے ہوئے ایسے قوانین فطرت مہیا کر سکتا ہے کہ جس کی روشنی میں معاشرے میں روحانی و مادی طور پر مثالی نظم و ضبط قائم ہو سکتا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ارباب اختیار انسانوں نے الہامی نظریات کے اندر اپنے نظریات کو جنم دیا جو کہ بظاہر تو الہامی قوانین کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے لیکن درحقیقت یہ قوانین اُن لوگوں کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہوتے تھے، ان سے کسی نہ کسی حد تک انسانی ضروریات و معاشرے میں نظم تو قائم ہو سکتا تھا لیکن یہ قوانین مطلوبہ اخلاقی و روحانی اقدار کو معاشرے میں نافذ کرنے میں ناکام ہوتے تھے اسی وجہ سے ''اصل دین کو

[1] ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

مسخ کر کے اور اس میں کمی وبیشی کر کے جو بہت سے مذاہب نوع انسانی میں رائج کئے گئے، ان کی پیدائش کا سبب اس کے سواء کچھ نہ تھا کہ لوگوں نے اپنے جائز حد سے بڑھ کر حقوق، فائدے، اور امتیازات حاصل کرنے چاہے اور اپنی خواہشات کے مطابق اصل دین کے عقائد، اصول اور احکام میں ردوبدل کر ڈالا۔''(۱)

اللہ تعالی نے دین فطرت میں ہونے والی تبدیلیوں کے سد باب اور معاشرے میں ہونے والی سماجی، اخلاقی اور روحانی تغیرات کو ہم آہنگ کرنے کے لئے ہر دور میں اپنے محبوب بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو احکامات دے کر مبعوث فرمایا اور ان احکامات کو ان پاک نفوس نے نہ صرف یہ کہ سب سے پہلے اپنی ذات پر نافذ کیا بلکہ اس دعوت کو لے کر دنیا کے کونے کونے اور ہر قوم تک اس حق کی صدا کو پہنچایا اور اس پیغام کو پہنچانے میں انہوں نے طرح طرح کے مصائب وآلام کا انتہائی صبر وشکر کے ساتھ سامنا کیا تا کہ پیدائش آدم، پیدائش انسانیت کا مقصد حاصل کر سکے اور یہی دین اسلام کی بھی دعوت ہے۔ ختم نبوت کے وسیلے سے اب علمائے دین جو کہ وارث انبیاء بھی ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف مذہب کی بنیادی حدود میں رہتے ہوئے اسے جدید دور سے ہم آہنگ کریں بلکہ دین میں ہونے والی ایسی تبدیلیوں کا تدارک بھی کریں جس سے دین کی اصل روح مسخ ہوتی ہو۔

خلیفۃ الارض ہونے کی حیثیت سے انسان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ دینی اور دنیاوی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو علم کی طاقت سے مسلح کریں کیونکہ علم کے بغیر کسی بھی عمل کے مثبت نتائج کی امید خام خیالی کے سواء کچھ نہیں۔ علم نام سے تو انتہائی وسیع ہے مگر اصل علم، علم حقیقی ہے جو ایک طرف انسان کو دنیاوی طور پر کائنات کی تسخیر کی جانب اُبھارتا ہے تو دوسری طرف اخلاقی طور انسان کو اس کے انتہائی اعلی وارفع منصب پر فائز کرتا ہے اور انہی خصوصیات کے حامل افراد کو ہی حقیقی ارباب دین کہا جاتا ہے۔ انہی حقائق کو امام غزالیؒ نے اپنی تعلیمات میں بیان فرمایا۔

ابتدائی تعلیم وتربیت اور مروجہ علوم وفنون

امام غزالیؒ نے ابتدائی تعلیم روایتی طور وطریقوں سے حاصل کی اس زمانے میں درس کا یہ قاعدہ تھا کہ استاد مطالب علمیہ پر جو تقریر کرتا تھا شاگرد اس کو قلمبند کرتا جاتا ان ہی تقریروں کے مجموعہ کو تعلیقات کہا جاتا تھا۔ امام صاحب نے ''فقہ کی ابتدائی کتابیں احمد بن محمد رازکانی سے پڑھی جو کہ امام صاحب کے شہر ہی میں مقیم تھے اس کے علاوہ ابوحامد اسفرائینی اور احمد بن جھینی جیسے جید علماء کرام سے بھی اکتساب علم کیا۔ طوس سے نکل کر جرجان کا قصد کیا اور امام ابونصر اسماعیلی سے تحصیل علم شروع کی، نشوونما شافعی مذہب اور اشعری فرقہ کے عقائد ومسلک میں ہوا، ابتداً اسی طرز کی تعلیم حاصل کی جو اس زمانے میں دنیا کی ترقی کا ذریعہ بن سکتی تھی۔''(۴) جرجان سے وطن واپسی کے دوران اتفاق سے راستے میں ڈاکوؤں نے آگھیرا اور امام صاحب سے ان کا سب کچھ چھین لیا جس میں ان کے تقریروں کا مجموعہ بھی شامل تھا جو امام صاحب کو ابونصر اسماعیلی نے لکھوایا تھا اور جس کے لیے امام صاحب نے اتنا طویل سفر اور سخت محنت کی تھی آپ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور فرمایا:

''میں اپنے اسباب اور سامان میں سے صرف اس مجموعہ کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے ان ہی کے سننے اور یاد کرنے کے لیے سفر کیا تھا، سردار نے ان کے کاغذات یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ تم نے خاک سیکھا، جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے

رہ گئے"۔(۵)

امام صاحب پر اس سردار کے اس طنز آمیز فقرے نے گویا ہاتف غیبی کی آواز کا اثر کیا آپ نے ان تمام تقریروں کو زبانی یاد کرنا شروع کر دیا اور تین برس میں آپ ان تمام مسائل کے حافظ بن گئے۔

امام صاحب کی علمی پیاس اس حد تک بلند ہو گئی تھی کہ معمولی علماء ان کی تشفی مناسب طور پر نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہ علوم کی تکمیل کے لیے وطن سے باہر نکلے، اس زمانے میں تمام ممالک اسلامیہ میں علوم وفنون کے دریا رواں تھے ایک ایک شہر وقصبہ میں کئی کئی مدارس موجود تھے اس کے علاوہ بڑے بڑے شہروں میں کئی ایسے علماء بھی موجود تھے کہ جن کی درس گاہیں بذات خود مدرسوں کی صورت اختیار کی ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود دو شہر علوم وفنون کے مرکز تسلیم کئے جاتے تھے ان میں ایک نیشاپور کا نام آتا ہے اور دوسرا بغداد۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خراسان، فارس اور عراق میں دو بزرگ استاد کل تسلیم کئے جاتے تھا، امام الحرمین اور علامہ ابو اسحاق شیرازی دونوں بزرگ ان ہی شہروں میں درس دیا کرتے تھے، نیشاپور چونکہ امام غزالیؒ کے شہر کے قریب واقع تھا اس لیے آپؒ نے پہلے وہیں جانے کا ارادہ کیا اور وہیں امام الحرمین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے صدر مدرس امام الحرمین سے فقہ، حدیث، علم کلام، معقولات، فلسفہ اور الٰہیات کا درس لینا شروع کیا اور اپنے مقصد تکمیل علوم کے حصول کے لیے جدوجہد کی آپ پہلے امام الحرمین کے شاگرد رہے اور پھر نائب (معید ومددگار) کی حیثیت سے علمی خدمات انجام دیتے رہے، کیونکہ بچپن ہی سے آپ میں خداداد ذہانت اور اعلیٰ ذکاوت کے آثار نمایاں تھے اس لیے تھوڑی ہی مدت میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ امام الحرمین کی نظر میں ممتاز اور تمام معاصرین واقران میں مشہور ومعروف ہو گئے آپ نے امام الحرمین کی صحبت انتقال تک نہیں چھوڑی شاید آپ کی ان سے محبت یا یہ سوچ کہ علم کا کوئی اضافی نقطہ آپ سے رہ نہ جائے یہ وہ زمانہ تھا کہ امام صاحب نے باقاعدہ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف شروع کر دی تھی اور علوم متداولہ میں کمال حاصل کر کے آپ نے اپنا حلقہ درس قائم کر لیا تھا اس وقت امام صاحب کی عمر اٹھائیس برس تھی۔

بنی آدم کا عروج کسی خاص قوم سے وابستہ یا اس کا خاصہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مسخر کائنات کی دعوت ہے جس کو ہر قوم نے ہر زمانے کے اعتبار سے لبیک کہتے ہوئے اپنا حصہ ڈالا امام غزالیؒ کے دور تک مسلمانوں نے نہ صرف اپنی سلطنتوں کو نہ صرف وسعت دیتے رہے بلکہ علوم وفنون کے میدانوں میں بھی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتے رہے، یہ اس لیے ہی ممکن ہوا جب اسلام کی تسخیری قوت نے انسانی اذہان کو مغلوب کیا اور مختلف مذہب واقوام کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ عربی اور عجمی اقوام کے میل جول سے قوموں کی خصوصیات ایک دوسرے میں منتقل ہو جانا فطری عمل ہے اور یہ ہی وہ امر ہے کہ جس کی وجہ سے عجمی اقوام میں موجود علم وتحقیق کا شوق وجستجو امت مسلمہ کے حکمرانوں جن کا تعلق مختلف خاندانوں اور علاقوں سے تھا باہمی رقابتوں کے باوجود اس طرح جذب ہوا کہ وہ خود ان کا علمی مزاج بن گیا۔ تاریخ دان جان ڈریپر کہتا ہے کہ:

"۔۔۔۔۔ ایک دوسرے کے سیاسی رقیب تو تھے ہی لیکن علم وحکمت اور ادب انشا کی سرپرستی میں بھی ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ دوسروں

سے فوقیت لے جائے''(۲)

یہ ان ہی حکومتی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے تراجم کے دفاتر قائم ہوئے جہاں مختلف مختلف اقوام کے نابغہ روزگار افراد سے دیگر زبانوں میں محفوظ علوم جیسے طب، فلکیات، طبعیات، منطق، فلسفہ، حساب وغیرہ کو عربی زبان میں منتقل کروایا گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ یونان، اٹلی، سلی اور اسکندریہ کا کوئی علمی سرمایہ ایسا باقی نہیں رہا جو ترجمے کے ذریعے سے منتقل نہیں ہوا۔ بقول فلپ حتی کے:

"" The awakening was due in large measure to foreign influences,partly indo-persian and syrian but mainly Hellenic and was marked by translations into arabic from persion ,sanskrit ,syriac and Greek " (5)

''یہ بیداری بڑی حد تک بیرونی اثرات کا نتیجہ تھی اس میں کچھ ہندی، ایرانی اور شامی اثر تھا اور بڑا حصہ یونانی اثر کا تھا۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کے زیر اثر پہلوی، سنسکرت اور سریانی زبانوں سے عربی زبان میں ترجمے ہوئے۔''

ان علوم کی بدولت اسلام کو ماننے والے دنیا کی ترقی یافتہ قوم کی حیثیت اختیار کر گئے وہی ان ہی کی وجہ سے مذہبی افکار کو جانچنے کے ایسے طریقے رواج پا گئے کہ جس سے اسلام کے اندر نئے نئے فرقے وجود میں آئے جیسا کہ معتزلہ، قدریہ، باطنیہ وغیرہ جنھوں نے شریعت اسلام کے احکامات اور عقائد کی ایسی تشریحات بیان کی جس سے دین اسلام کی اصل روح مسخ ہوگئی، امام غزالیؒ کے دور میں یہ تمام علوم وفنون بام عروج پر تھے۔

امام غزالیؒ: علم حقیقی اور حصول معرفت

امام غزالی کی عظیم شخصیت کا راز دراصل اس بات میں پوشیدہ ہے کہ امام غزالی وہ پہلے شخص ہیں جو علمیت کے بڑے درجے تک پہنچنے کے بعد بھی اپنے موجودہ علم پر مطمئن نہیں تھے وہ اپنے علم وتحقیق میں اضافہ کے لئے اپنے ذہن میں سوالنامے ترتیب دیتے رہے اور حق کی تلاش کے لئے سرگرداں رہے اس سفر حق میں انہوں نے کئی قسم کی زحمتیں اور تکالیف برداشت کیں یہ عمل صرف اس لیے کہ امام غزالی کے زمانے میں جو علوم وفنون رائج تھے اور جن کا لوہا دنیا میں مانا جاتا تھا امام غزالیؒ کے نزدیک ان کی حیثیت مشکوک ہوگئی تھی آپ نے ان علوم کا ازسرنو جائزہ لیا اور اس کے بارے میں معاشرے میں رائج رسوم ورواج کی اندھی تقلید نہیں کی۔ امام غزالی کی تربیت ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے ہوئی تھی لیکن آپ اپنے ذہنی تغیرات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''تقلید کے بندھن مجھ سے ٹوٹ گئے اور روایتی عقیدے شکست کھا گئے۔''(۲)

اس موڑ پر پہنچ کر خیالات وافکار کے لیے بے پناہ ہجوم نے ان کو تلاش وتحقیق پر آمادہ کیا۔ جو سوالات پہلے پہل مذہبی اور دینی داعیہ کے تحت ابھرے تھے بہ تدریج ان میں اتنی وسعت ہوئی کہ فلسفہ، علم کلام، باطنیہ وغیرہ کے تمام موضوع اس کی زد میں آ گئے۔ دراصل وہ محسوسات اور عقلیات سے بھی آگے ایسے علم کی تلاش وجستجو میں سرگرمی دکھائی جو بالکل قطعی اور یقینی ہو۔

امام غزالی کے نزدیک قطعی اور یقینی علم کا معیار اب فقہی مقدمات اور منطقی دلائل نہیں تھے۔ بلکہ ان کے پاس یقینی علم وہ ہے جس کو پالینے کی بعد شکوک کے تمام بادل چھٹ جائیں اور کسی قسم کے شبہ کا احتمال بھی نہ رہے۔ امام غزالی کس قسم کے یقین کے متلاشی

تھے ان کے الفاظ میں پڑھیے۔

ترجمہ''اس میں معلوم اس طرح منکشف ہوجائے کہ اس کے ساتھ کوئی شبہ باقی نہ رہے اور نہ خطا ولغزش کا کوئی امکان بھی اس کا مقارن ہو، بلکہ دل میں اس چیز کے لیے سرے سے گنجائش ہی نہ رہے کہ شبہات راہ پائیں۔''(۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم یقین کی یہ نوعیت محض رسمی علوم اور موروثی عقائد کے ذریعے حاصل ہونی ناممکن ہے۔ کیونکہ یہاں جو کچھ بھی ہے وہ صرف تقلیدی اور ظنی ہے یعنی فقہ سے لے کر کلام، فلسفہ تک ہر دعوی کسی نہ کسی دلیل اور منطقی قضیہ کا محتاج ہے۔ دلیل وقیاس اور برہان کا یہ حال ہے کہ جس چیز کا اثبات ان سے ممکن ہے اس چیز کی تردید بھی اسی برہان وقیاس سے دشوار نہیں۔ ان ہی حالات میں امام غزالی تحقیق حق کے لیے اس قسم کے راستوں کو قطعا قبول نہیں کر سکتے تھے۔ امام غزالی کے سامنے ازالہ شک اور رفع عیب کا لے دیکر ایک ہی قابل اعتماد راستہ رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ بجائے واستدلال کی پیچیدگیوں کے دینی اور دنیاوی علوم کا خود غیر جانبدارانہ تجربہ کریں اور تمام اخلاقی وروحانی قدروں کا از سرنو مشاہدہ کرتے ہوئے ان کو عرفان کی کسوٹی پر پھر سے پرکھیں۔

متکلمین اور فلاسفہ سے وہ مطمئن اور خوش گمان نہیں تھے اور فقہاء کی ریاکاریوں سے وہ نالاں تھے۔ امام غزالی کی نظر میں ان جماعتوں کی سیرتیں پاکیزہ نہیں تھیں اور ان کے دلوں میں ایمان کی وہ حرارت نہ تھی جو دنیا کی پستی سے اٹھا کر آخرت کی بلندیوں پر فائز کردے، دنیا طلبی اور امراء وسلاطین سے تقرب خواہش کی وجہ سے اُن کو علماء سے شکوہ تھا۔

امام غزالیؒ کے نزدیک شریعت محمدی ﷺ تمام دینی علوم کا ماخذ ہے اور کوئی بھی شخص معرفت الہیہ کے دعوی میں اس وقت تک سچا یا کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس پر مکمل طور پر عمل پیرا نہ ہو اس کی عقلی و منطقی وجہ یہ ہی ہے کہ جو شخص کسی قانون پر عمل پیرا نہیں ہوگا اس وقت تک وہ اس کے صحیح اور مکمل نتائج سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔ آپؒ تصوف یا معرفت کے حصول کے طریقوں کو اسلام سے الگ نہیں سمجھتے تھے، ان علوم کے ذریعے شریعت کی حقیقت اور معرفت کو سمجھتے اور لازم کرتے کہ اخذ کیے جانے والے تمام طریقے شریعت اسلام کی بنیادی حدود میں ہی رہے، آپؒ جو اس فن کی جانب راغب ہوئے تو اس کی بنیادی وجہ ہی شریعت کی حقیقت، اللہ اور اس کی رسول ﷺ کے احکامات کی صحیح منشاء کو سمجھنا تھا۔ آپؒ نے نہ صرف نام نہاد صوفیوں کا رد کیا بلکہ تصوف کی حقیقی تعلیمات سے بھی عوام الناس کو روشناس کروایا اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کے تصوف کے بارے میں اٹھنے والے شکوک کا خاتمہ کیا بلکہ ان عوامل کے درمیان پل کا کردار ادا کیا۔ آپؒ علوم شریعہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ:''علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم معاملہ اور علم مکاشفہ، علم مکاشفہ سے مراد وہ علم ہے جس سے معلوم کی وضاحت طلب کی جائے اور علم معاملہ سے مراد معلوم کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنا مطلوب ہو......انبیاءؑ نے مخلوق کے ساتھ علم معاملہ ہی میں گفتگو کی اور اس ہی کی ہدایت کی اور علم مکاشفہ میں کچھ کلام نہیں کیا، مگر اشارہ وکنایہ اور اختصار کے ساتھ''(۸)

امام غزالیؒ کی سوچ شریعت محمدی ﷺ کے بارے میں واضح تھی کہ انسانی معاشرے میں مطلوب اللہ تعالی کے عدل وانصاف سے بھرپور معاشرے کے قیام کے لیے احکامات شریعہ پر عمل درآمد لازمی ہے کیوں کہ معاشرے کی اکثریت کائنات کے حقائق یا معرفت

میں اتنی دلچسپی نہیں رکھتی اس لیے طریقت کو شریعت کا خادم بتایا گیا ہے لیکن ساتھ ہی اگر انسان اللہ کا قرب اور حقائق کو دریافت کرنے کا ذوق رکھتا ہے تو دروازے اس کے لیے بھی بند نہیں بس شریعت پر عمل، اپنے اخلاقی رزائل کا خاتمہ اور کائنات کی ہر چیز پر غور و فکر کریں تو اللہ تعالی اس پر علم کے دروازوں کو کھول دیتا ہے۔ امام غزالیؒ نے ان ہی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے شریعت کی حقیقت کو تصوف کے ذریعے سمجھا۔

امام غزالیؒ نے جہاں دیناوی علوم پر اپنے خیالات کو واضح کیا وہیں پر آپؒ نے علوم شریعہ پر بھی رائے زانی کی، عہد غزالی جو کہ مختلف عقائد اور نظریات کا مجموعہ تھا اور عزلت سے پہلے آپؒ کو دربار سلطانی تک رسائی حاصل تھی جہاں پر بڑی مناظروں کی مجلس برپا ہوا کرتی تھی اور ہر مکتبہ فکر کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ سامنے والے کو زیر اور اپنے آپ کو فرقہ ناجیہ ثابت کریں ان حالات میں امام غزالیؒ نے ایک مجتہد کی حیثیت سے اختلافی مسائل جو کہ عقائد، عبادات اور معاشرتی قوانین کے ضمن میں تھے ان کو اسلامی نظریات کے مطابق ترتیب دیا اور ایسا مذہبی نصاب بنایا جو تمام تر فرقہ واریت سے پاک اور جس کی مدد سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو صحیح طور پر سمجھا جا سکے آپؒ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''علوم کثرت سے بتانے والے ہیں مگر ان میں آخرت کو بتلانے والا علم شریعت کا ہے اور کتابیں اس کی مثل تفاسیر واحدی، صحیح احادیث، وہ ذکر و اذکار جو کتاب احیائے علوم میں درج میں ہیں، علم عقائد میں بلواقع الادلہ امام حرمین کی یا قوائد العقائد اور اگر سلف صالحین کا طریقہ دیکھنا ہو تو کتاب نجات الابرار کا کو ملاحظہ کرو جو کہ اصول دین میں ہماری آخری کتاب ہے۔''(۹)

امام غزالیؒ اگرچہ اپنی ابتدائی زندگی میں شافعی مذہب سے منسلک تھے لیکن حقائق کی تحقیق کے بعد آپؒ کا تعلق کسی خاص مکتبہ فکر سے نہ رہا بلکہ کوشش یہ تھی کہ علم کو تقلید یا کسی خاص نقطہ نظر سے نہ دیکھا جائے تاکہ صحیح علم ابھر کر سامنے آئے اور تحقیق کا حق ادا ہو سکے۔

ان حقائق سے آگاہی کے بعد امام غزالی نے جس مسلک کی طرف توجہ کی وہ طریقہ صوفیہ کا تھا جس کو قدرت نے شروع ہی سے ان کی خلقت میں ودیعت کر دیا تھا، اس بناء پر امام غزالی کو جو ماحول پسند آیا وہ صوفیہ کا ماحول تھا، وہ صرف ان ہی کے علم و عمل سے متاثر تھے کیوں کہ امام غزالی خلوص دل کے ساتھ حق کی تلاش میں تھے اسی لیے امام غزالی کی توجہ تصوف کی طرف مبذول ہوئی، سب سے پہلے جس چیز نے امام غزالی کو تصوف کی طرف مائل کیا وہ صوفی کا زہد و تقویٰ تھا، اُن کا دامن دنیا طلبی کے داغ دھبوں سے بالکل صاف تھا اور وہ اخلاق عالیہ سے آراستہ تھے دوسری وجہ یہ کہ صوفی کا علم امام غزالی کی نظر میں صحیح، ان کا عرفان آزمایا ہوا اور انداز فکر حکیمانہ تھا، جو صرف حکماء اور اولیاء کا ہی حصہ ہو سکتا ہے اس بناء پر صوفیہ پر بھروسہ کرنا امام غزالی کے لیے آسان تھا۔

''کیونکہ اہل تصوف تحصیل علوم اور ان کی مہارت پر زور نہیں دیتے اور نہ ہی ان حقائق امور سے متعلق مصنفین کی تصانیف کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ ان کا خیال ہے کہ بہترین طریقہ یہی ہے کہ صفات مذمومہ محو اور تمام علائق کو قطع کرنے اور تمام ہمت کے ساتھ اللہ تعالی کی جانب متوجہ ہونے کے ذریعہ جدوجہد سے ابتداء کی جائے...... کیونکہ اولیاء اور انبیاء پر جو امور کا انکشاف ہوا اور ان کے نفوس جو سعادت سے ہم کنار ہو کر کمال ممکن کو پہنچے تو اس کا باعث تعلیم نہ تھی، بلکہ دنیا سے بے رغبتی اور اس کے تعلقات سے روگردانی

وبیزاری اور کامل ہمت وسرگرمی سے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا ہی اس کا موجب تھا کیونکہ جو اللہ کا بنے گا اللہ اس کا بن جائے گا۔'' (۱۰)

ان وجوہ کے پیش نظر حق وصداقت کی تلاش میں امام غزالی کا فیصلہ یہ رہا کہ صوفیہ کے روحانی تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن اس میں بڑا اشکال یہ تھا کہ یہ لوگ زیادہ صاحب تصنیف نہ تھے اس لئے ان کے احوال ومقامات کی پوری تشریح کتابی صورت میں موجود نہ تھی۔ اس کا پتہ نہیں چل سکتا کہ مشاہدہ ووجدان اور کثرت عبادت وذوق سے انھیں کیا حاصل ہوا اور جسم وجاں کی اذیتیں اور بھوک وپیاس کی تکلیفوں سے دوچار ہونے کے بعد اُنھوں نے کن روحانی لذتوں کو پایا۔

بہرحال امام غزالی کے نزدیک یہ دنیا (تصوف) ہی دوسری ہے، یہاں صرف وعظ ونصیحت سے کام نہیں چلتا تھا بلکہ ہر شخص کو براہ راست میدان عمل میں کودنا پڑتا ہے اور اہل دل کی زندہ رفاقتوں میں برسوں گذارنے پڑتے ہیں، اطاعت اور بندگی کو عادت بنانا پڑتا ہے اور ریا اور شہرت کے دواعی سے کلیۃً کنارہ کشی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

ارباب دین اور امام غزالیؒ

دعوت دین سے مراد صرف عقائد کی درستگی یا عبادت کا رواج نہیں بلکہ معاشرے میں ہونے والی ایسی تبدیلیوں کا مقابلہ بھی ہے جس سے دین کا مذہبی تشخص سماجی واخلاقی روایات کا نظم پامال ہوتا ہے، جب امام صاحب نے مجموعی طور پر معاشرے پر نظر ڈالی اور اس بنیاد کی تلاش کی جس کی وجہ سے معاشرہ حقیقی فساد میں مبتلا اور شریعت مطہرہ کی تعلیمات سے دور ہے تو آپ کی نظر علماء سو کی بد اعمالیوں کی طرف متوجہ ہوئی اور آپ کے نزدیک تمام قوم کی بداخلاقی کے ذمہ دار صرف ایسےعلماء ہیں جو خود کو تو وارث انبیاء کہلاتے ہیں لیکن حب جاہ، مال ودولت، اختیار واقتدار کی محبت میں گرفتار ہیں'' کوئی شخص اگر امام صاحب کے تمام حالات اور خیالات کو غور کی نظر سے دیکھے تو اس کا صاف نظر آئے گا کہ امام صاحب کو سب سے زیادہ جس چیز کا رونا ہے وہ علماء کی حالت ہے۔'' (۱۱)

یہ احساس آپ کے دل ودماغ میں اس قدر قوی تھا کہ ذرا سی تحریک پر جاگ جاتا، کسی بھی مجلس میں کوئی بحث، کوئی تذکرہ ہو یہ احساس نالہ فریاد بن کر زبان پر آجاتا اور احیاء العلوم تو اس ماتم سے پرُ ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: '' رعایا اس وجہ سے ابتر ہوگی کہ سلاطین کی حالت بگڑ گئی اور سلاطین کی حالت اس وجہ سے بگڑی کہ علماء کی حالت بگڑ گئی اور علماء کی خرابی اس وجہ سے ہے کہ جاہ ومال کی محبت نے ان کے دلوں کو چھالیا'' (۱۲)

اس کی وجہ علماء کا اپنے افعال واعمال کو لوگوں میں مذہبی طور پر پیش کرنا اور اپنی ہر برائی کو اچھائی کی صورت میں نظر آتی ہے اس کے علاوہ مخالف کو ذلیل وخوار کرنا عین حجت اسلام سمجھتے، جاہ پرستی کو اسلام کی شان وشوکت سے تعبیر کرتے، بحث مناظرہ کے ذریعے معاشرے میں قدر وقیمت بڑھانے کو اہل کفر وبدعت سے جہاد قرار دیتے اور ان تمام عوامل کو اپنی خدمت اسلام سمجھتے اور کہلواتے تھے الغرض اسی نوع کے تمام جذبات کو خوبصورت انداز میں پیش کرتے۔

ایسے عالم سو جن کا مقصد علم دین سے دنیاوی مقاصد کا حصول اور لوگوں کی خوشنودی کے لئے شریعت مطہرہ کی تعلیمات کو اسکے اصل مقام سے ہٹا کر بیان کرتے ہیں، امام غزالی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''ایسا ہی یہ عالم ہیں یعنی لوگوں کے دین کے درپے اور دجال کا رفیق اور ابلیس کا دوست شفیق، جس شہر میں ایسا عالم ہوتا ہے وہاں شیطان کے جانے کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ عالم تو خود اس کا نائب اور رفیق ہے'' (۱۳)

ان ہی وجوہات کی بناء پر علماء ظاہر کا ایک کثیر گروہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا اور انہوں نے عوام اور حکمرانوں کو آپ سے گمراہ کرنے کے لیے آپ پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کرنی شروع کر دی، انہوں نے آپ اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان علمی اختلاف کو تنقید کے طور پر پیش کیا جس کی جواب طلبی کے لیے آپ کو دربار میں بلوایا جہاں پر آپ نے اس گروہ کی مکروہ مقاصد کو ملیا میٹ کر دیا آپ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: ''امام ابوحنیفہؒ معانی فقہ کے حقائق میں امت محمدیہ کے اخص الخواص شخص ہیں اور جو شخص میرا عقیدہ خط یا لفظ سے اس کے علاوہ بات کرتا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے۔'' (۱۴)

امام غزالیؒ نے حقیقی علماء جو کہ وارث انبیاء ہیں ان کی خصوصیات کو معاشرہ میں فروغ دیا تاکہ عوام الناس مذہبی فریب میں نہ آئیں آپ کے بقول علماء سے مراد صرف یہ نہیں کہ وہ اخلاقی و نفسانی بیماریوں سے پاک اور علوم ظاہرہ پر کمال رکھتا ہو بلکہ ان علوم کے ساتھ ساتھ علوم باطنہ اور حقائق پر بھی دسترس رکھتے ہو۔ اس لیے عالم کو اپنے اخلاقی اور ذہنی فکر کو شریعت محمدی کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے کہ جس چیز کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے آیا وہ اس کی صحیح فکر کے ساتھ ہی اس کو حلال و حرام سمجھتا ہو، ریاکاری اور مفاد پرستی جو کہ ہر عمل کی بربادی کی وجہ ہے کہیں اس کی شخصیت کا لازمی جز تو نہیں بن گئی۔ انسان اپنی سوچ و فکر کے ذریعے اس بات کو محسوس کرے کہ اس کے اندر اچھائی کیوں پیدا ہو رہی ہے اور برائی کیوں اور کس طریقہ سے وہ اپنے اندر مزید اچھائی کو پیدا کر سکتا ہے اور کس طریقہ سے وہ اپنے اندر برائیوں کا خاتمہ کرتے ہوئے اللہ تعالی کا مقرب بندہ بن جائے۔ امام صاحب اخلاقی رذائل کی تبدیلی پر یقین رکھتے تھے، ان کے نزدیک انسان اپنے اخلاقی رذائل کا خاتمہ اس کی مخالف سمت پر عمل کر کے کر سکتا ہے جیسے کنجوسی کا خاتمہ فیاضی سے، غصہ کو محبت و خلوص سے، بزدلی کا بہادری سے وغیرہ وغیرہ۔ اس بات کا بھی دھیان ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنے بعض اعمال کو برا نہیں سمجھتا لیکن جب ہم باریکی سے اس کے عمل کا اس کی نیت سے مطابقت کریں تو اس میں باریک فرق موجود ہوتا ہے اور یہی فرق دراصل اخلاقی برائی کے زمرے میں شمار ہوتی ہے، انسان جس کو خوش خلقی سے تعبیر کرتا ہے لیکن درحقیقت وہ بدخلقی اور نفس کا دھوکہ ہوتا ہے، مثلاً جب کسی عمل پر غصہ کا اظہار ہوتا ہے تو سوچتا ہے کہ یہ غصہ اللہ کے لیے ہے یعنی وہ کسی غیر شرعی عمل پر اس لیے غصہ ہوا ہے کہ وہ موجب ناراضگی پروردگار عالم ہے لیکن اس کی نیت کی باریکی میں یہ بات پوشیدہ ہوتی ہے کہ اس کے عمل سے لوگوں میں یہ بات معروف ہو جائے کہ فلاں شخص شریعت اور احکام خداوندی کے انتہائی پابند ہیں اور لوگ اس عمل سے اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں گے اور اپنے آپ کو لوگوں میں نیک، عابد، پرہیزگار اور اپنی عبادت کو لوگوں میں اعلانیہ ظاہر کرتا ہے اپنے نفس کو یہ کہہ کر مطمئن کرتا ہے کہ اس سے لوگوں میں عبادت اور تقوی کا رجحان پیدا ہوگا لیکن باریکی یہی ہے کہ یہ سب عمل دکھاوے اور ریاکاری کے لیے کرتا ہے اور اس کا نفس اس امر کو ظاہر نہیں ہونے دیتا، الغرض نفس امارہ انسان کو بڑے بڑے دھوکے میں مبتلا رکھتا ہے اور اس کا سب سے بڑا دھوکہ یہی ہے کہ وہ اس کے عیوب کو خوبی بنا کر پیش کرتا ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حقیقی عالم اس ہی کو کہا جائے گا جو کہ مکمل اخلاقی عیوب سے پاک ہو اگر کوئی بھی اخلاقی کمزوری کسی بھی زمرے میں اس میں شامل ہو گی تو وہ اس منصب کا حقدار نہیں ٹھہرایا جائے گا جس طرح ایک انسان اس وقت تک خوبصورت نہیں کہلاتا جب تک اس کے اعضاء مناسب تناسب کے ساتھ اس میں موجود نہ ہو لیکن اخلاق کی تبدیلی کا عمل انسان خود سے نہیں کر سکتا کہ جس طرح انسان اپنا علاج خود نہیں کر پاتا ایسے ہی لازم ہے کہ ایسی صحبت سے فیض یاب ہو جو اس کی روحانی امراض کا خاتمہ کر سکے۔ اصلاح معاشرہ کے لیے عالم کو لازم ہے کہ اسلامی اخلاقی علم کو حاصل کریں اور اس پر اس کا عمل بھی ہو کیونکہ ان دونوں کا ایک دوسرے سے تعلق لازم وملزوم کا ہے جب تک وہ روحانی بیماریوں سے پاک نہیں ہو گا وہ متابعت رسول ﷺ پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''علم بغیر عمل کے جنونی ہے اور عمل بغیر علم کے اجنبی ہے کیونکہ اگر عمل نے آج تجھے گناہوں سے دور نہ کیا اور تجھے اطاعت کی طرف نہ لے گیا تو قیامت کے دن وہ تجھے جہنم کی آگ سے بھی نہ بچا سکے گا، اگر تم نے آج عمل نہ کیا اور تو نے اپنے گزرے ہوئے دنوں کا تدارک نہ کیا جو ضائع ہو گئے'' (۱۵)

عمل اگر بغیر علم کے ہو گا تو وہ گو ہر مقصود جس کی وجہ سے وہ عمل کیا جا رہا ہے تو اس کو کبھی بھی حاصل نہ ہو گا، حقائق کی سمت میں اگر دیکھا جائے تو سب سے اہم علم، علم نفس ہے کیوں کہ جب تک انسان اپنے نفس کو نہیں پہچانے گا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کس طریقہ سے پہچانے گا۔

امام غزالی جو کہ علماء کو حقیقی وارث انبیاء سمجھتے تھے آپ کے نزدیک عالم کو گوناگوں خوبیوں اور خصوصیتوں کا حامل ہونا چاہئے کیونکہ عالم پر اپنی اصلاح کی ذمہ داری کے ساتھ عوام کی اصلاح بھی اس کے کندھوں پر ہوتی ہے اور یہی وارث انبیاء ہونے کا حقیقی مفہوم بھی ہے۔ اسی طرح عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ علم حقیقی اور قرب خداوندی کے لیے ایسے علماء دین کو تلاش کریں جو ان کو معرفت الٰہی سے روشناس کرا سکے۔ امام غزالی نے ایسے عالم کی نشاندہی کچھ یوں کی ہے کہ:

''میں کہتا ہوں کہ شیخ (عالم) وہی ہو سکتا ہے جو دنیا کی محبت و عزت و مرتبے کی چاہت سے منہ موڑ کر ایسے کامل شیخ سے بیعت کر چکا ہو جس کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہو۔ اس شخص نے ہر قسم کی ریاضت کی ہو اور آنحضرت ﷺ کی ہر حکم کی تعمیل کی ہو، وہ شخص تھوڑا کھانا کھاتا ہو، تھوڑی نیند کرتا ہو، زیادہ نمازیں پڑھتا ہو زیادہ روزے رکھتا ہو اور خوب صدقہ و خیرات کرتا ہو اس کی طبیعت میں تمام اچھے اخلاق ہونے چاہئے اور صبر، شکر، توکل، یقین، سخاوت، قناعت امانت، حلم (سنجیدگی) انکساری، فرمانبرداری، سچائی، حیاء، وقار و سکون اور اسی قسم کے اور فضائل اس کی سیرت و کردار کا حصہ ہوں، اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے انوار سے ایسا نور اور روشنی حاصل کی ہو جس سے تمام بری خصلتیں مثلاً کنجوسی، حسد، کینہ، جلن، لالچ، دنیا سے امید، غصہ اور سرکشی وغیرہ اس میں ختم ہو چکی ہو اور علم کے سلسلے میں کسی کا محتاج نہ ہو سوائے اس علم کے جو کہ ہمیں (مخصوص) آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔'' (۱۶)

ایسے شخص کامل کی محبت بھی عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور ان ہی عالموں کی پاک توجہات سے انسان اپنی ظاہری و باطنی غلطیوں سے پاک ہو کر اللہ کا محبوب اور خلیفۃ الارض کا حقیقی مصداق بن جاتا ہے۔حق و باطل کی یہ مذہبی جنگ آج بھی اس ہی طرح رواں دواں ہے۔ جو علماء کا حال وہی عوام الناس کا حال، جیسا کہ عصر حاضر میں اتنے فی صد ہی علماء راہ راست پر ہیں جتنی فیصد عوام الناس۔علماء حق اور علماء سو کو پہچاننے کیلئے ان کی معاشرت کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں جانچنا چاہیے یہ ہی ان دونوں گروہوں میں حد فاصل ہے۔

امام غزالیؒ کی نظر میں اصلاح معاشرہ کے لیے علماء کرام انتہائی اہمیت کا حامل طبقہ ہے۔اس لیے ان کی جانب رجوع درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی جانب رجوع ہوتا ہے۔عالم کا عکس معاشرہ پر عمومی طور اس طرح کا ہو کہ اسے دیکھ کر لوگوں کو اللہ کی یاد اور شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کا جذبہ متحرک ہو اس کے نزدیک امیر، غریب، نسلی، مذہبی، ثقافتی، زبانی وغیرہ کے اختلافات اہمیت کے حامل نہ ہو، اس کے نزدیک ہر خاص وعام برابر ہو اور تمام لوگوں کی محبت اس کے دل میں موجود ہو اور اس کی نظر دور حاضر کی تمام سماجی تبدیلیوں پر ہو اور ان تبدیلیوں کو مذہب اور انسانی مزاج سے ہم آہنگ بھی کرتا ہو، انسانی و سوچ وفکر سے گہری واقفیت ہو اور ہر انسان کو اس کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طریقہ سے رہنمائی یا علاج کرتا ہو جو شریعت کے دائرہ سے باہر نہ ہو۔امام صاحبؒ بذات خود عالم دین تھے اور جانتے تھے کہ ایک عالم کس طرح کا ہونا چاہیے۔امام صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اشارہ کنایہ سے بات نہ کرتا ہو، اپنی تحریر میں بناوٹ کو چھوڑ دے، علم شریعت سے بات کریں، اپنے ہر عمل پر ہمشگی اختیار کرے اور لوگوں سے زیادہ میل جول پسند نہ کریں، لباس میں شہرت کو ناپسند کریں، خوبصورتی کا اظہار نہ کریں، قناعت اور توکل کو اپنا شعار بنائے، فقر اختیار کرے، ذکر و اذکار کا پابند ہو، حسن معاشرت کا درس دے، نوعمر لڑکوں اور خواتین سے اپنے آپ کو دور رکھے، درس قرآن کا اہتمام کریں۔''(۱۷)

آپؒ کے نزدیک عالم کو چاہیئے کہ تزکیہ نفس کی صرف ان ہی ریاضتوں میں اپنے آپ کو مشغول رکھے جس کی اجازات شریعت مطہرہ میں دی گئی ہو، اپنے نفس اور ہر آنے والے خیالات پر اس کی نظر ہو، عبادت اور معاشرتی معاملات میں سنت رسول ﷺ کا پابند ہو اور کسی بھی عمل کو معمولی نہ سمجھے کیوں کہ ہر عمل کا منفی یا مثبت اثر انسانی سوچ وفکر اور اُس کے آخرت کے معاملات پر ہوتا ہے۔شریعت محمدی ﷺ پر مکمل عمل پیرا ہو اور حقائق دین پر بھی اس کی دسترس ہو۔

امام غزالیؒ کو حصول معرفت بذریعہ تصوف حاصل ہوئی، یہ ہی وجہ ہے کہ آپؒ کے نزدیک عالم کو لازم ہے کہ وہ اپنا تزکیہ نفس کریں تا کہ وہ اخلاقی رزائل اور شیطانی وساوسوں سے اپنے آپ کو پاک کریں تا کہ نہ صرف علم حقیقی میسر آئے بلکہ وہ عام عوام الناس کی صحیح اصلاح اور رہنمائی کر سکے۔امام غزالیؒ نے اس کے لیے کس طریقہ پر عمل کیا اور کون سے ایسے نتائج ظاہر ہوئے جس سے امام غزالیؒ جسے حقیقت پسند، فلسفی اور منطقی سوچ والی شخصیت کو اطمینان قلب نصیب ہوا اس کی کیفیت آپؒ خود بیان فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''اگر کوئی شخص ریاضت ومحنت، دل کو خواہش اور غصے سے چھڑائے اور برے اخلاق سے پاک کرے، خالی جگہ میں بیٹھے اور آنکھ

بنداور حواس کو معطل کرے، دل کو عالم روحانی سے یہاں تک مناسبت دے کہ ہمیشہ اللہ اللہ دل سے کرے نہ کہ زبان سے یہاں تک کہ تمام عالم سے بے خبر ہوجائے اور اللہ کے سوا کوئی تصور میں نہ رہے اگر ایسا ہوگیا تو دل کی کھڑکی کھل جائے گی اور پیغمبروں اور فرشتوں کی زیارت جاگتے میں اور ان سے مدد پائے گا......انبیاءؑ کے تمام (باطنی) علوم اس ہی طرح کے تھے جو کہ حواس اور سیکھنے سے نہیں تھے اور سب کا آغاز ریاضت ومجاہدہ تھا۔"(۱۸)

الغرض یہ کہ امام غزالیؒ نے تصوف کی طرف رجوع اس لیے نہیں کیا تھا کہ انھیں کوئی خارق العادت معجزانہ علم حاصل ہو بلکہ ان کا مقصد ایمان کی صداقتوں کے ساتھ زندگی گزارنا اور ان سچائیوں کو صوفیانہ طریقوں سے جانچنا تھا جس میں وہ کامیاب رہے ،آپؒ نے نہ صرف تصوف کی اصلاح کی بلکہ ان عارفانہ تصوف کے باطل نظریات کو رد کیا جو لوگ وجد کی ہیجانی کیفیت میں مبتلا تھے اور اسلام کی تشریح اپنے انداز میں کرتے ساتھ ہی آپؒ نے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے تصوف کے بارے میں شکوک کا ازالہ اور ان کے مابین پل کا کردار ادا کیا۔

خلاصہ کلام:

عہد غزالیؒ میں تمام دنیاوی اور دینی علوم وفنون کا دوردوراں تھا ان میں فلسفہ،علم الکلام، ریاضیات ،منطقیات ،طب وغیرہ شامل تھے ،آپؒ ان دنیاوی علوم کے مخالف نہیں تھے بلکہ مذہبی عقائد اور اس کے اصولوں کو جدید علوم کی روشنی میں پرکھنے کو مخالف تھے ،آپؒ ان علوم کے حصول کو مسلمانوں کے لیے لازمی سمجھتے تھے تا کہ مسلمان دیگر غیر مسلم اقوام کی دنیاوی کامیابیاں کو یہ سوچ اور دیکھ کر مرعوب نہ ہوجائے کہ جس طرح ان کے یہ علوم صحیح ہیں تو ان کے آخرت کے متعلق نظریات بھی درست ہوگے۔

امام غزالیؒ نے معرفت الٰہی تک رسائی کے لیے تمام علوم کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہوئے حقیقی علم کو دریافت کیا ہے اور حقیقی اسلامی تعلیمات سے دنیا کو روشناس کروانا اور معاشرتی اصلاح امام غزالیؒ کا عظیم کارنامہ ہے۔اگر چہ آپ کے وعظ ونصیحت زندگی کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط تھے لیکن آپ کا زیادہ زور علماء پر رہا ہے کیونکہ معاشرہ کی اصلاح اس طبقہ کی اصلاح پر محمول ہے ۔آپ نے علماء سو اور علماء حق کے درمیان شریعت کے معاشرتی پہلو کو حق اور باطل کا اعلیٰ معیار قرار دیا ہے اور آپ کے نزدیک عالم اگر چہ علوم ظاہری میں کمال رکھتا ہو لیکن معاشرتی اور اخلاقی طور پر تباہ حال ہو اور برخلاف اس کے عالم حق اگر چہ علوم ظاہری میں کمال نہ رکھتا ہو لیکن اخلاقی ومعاشرتی طور پر بلند ہو تو قابل تقلید اور قابل احترام موخر الذکر طبقہ ہوگا۔

آپ نے انسانی نفس کے اعلیٰ اخلاقی معیار کو حاصل کرنے کے لیے مذمومہ اخلاق کو زائل کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں تا کہ انسان بالخصوص علماء کرام اپنی اصلاح کرتے ہوئے معاشرے کی فلاح وبہبود کے لیے کام کریں۔آپ نے اپنی تعلیمات میں عوام الناس کی فلاح وبہبود کے لیے علماء سوء اور علماء حق کے درمیان فرق واضح کرنے کے لیے نشانیاں بیان فرمائی ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) مودودی، سید ابوالاعلیٰ ''تفہیم القرآن'' ج۱،ص ۲۴۰، ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء

(۲) ابن عساکر، علی ''تبین کذب المفتری'' ص ۲۹۱، مطبعۃ التوفیق، دمشق، ۱۳۴۷ھ

(۳) الزبیدی، محمد الحسینی، علامہ ''اتحاف السادۃ المتقین فی شرح احیاء العلوم''، ج۱، ص ۷، المطبہ المیمنہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

(۴) ڈریپر، جان ولیم، ڈاکٹر

ڈی۔ اپیلڈان "A History of the conflict between religion and science" (John willian dreaper,)

اینڈ کمپنی، نیو یارک، 1875

(۵) حتی، فلپ (Phillp K Hittie) "The Arabs : A Short History" لندن، میک ملن اینڈ کو، 1960

(۶) محمد، امام غزالی ''المنقذ من الضلال'' مشمولہ: ''مجموعہ رسائل امام غزالی'' ص ۵۳۸، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۳ء

(۷) ایضاً

(۸) محمد، امام غزالی ''احیائے علوم فی الدین'' جلد۱، ص ص، ۳۴۔۳۳، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۸۲ء

(۹) محمد، امام غزالی ''سر العالمین وکشف مافی الدرین'' مشمولہ: ''مجموعہ رسائل امام غزالی'' ص ۵۰۴، محولہ بالا

(۱۰) محمد، امام غزالی ''میزان العمل'' ص ص ۲۲۱، ۲۲۲، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۴ء

(۱۱) نعمانی، شبلی، علامہ ''الغزالی'' ص ۱۸۳، دار التذکیر، لاہور، ۲۰۰۶ء

(۱۲) محمد، امام غزالی ''احیاء علوم فی الدین'' ج ۲، ص ۳۸۵، نورانی کتب خانہ، پشاور، ۱۹۹۱ء

(۱۳) محمد، امام غزالی ''کیمیاء سعادت'' ج ۲، ص ۲۹۰، علمی وفرہنگی کتبیہ، تہران، ۱۳۸۰ھ

(۱۴) محمد، امام غزالی ''فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام'' ص ۱۰، کتاب عروشی ابن سینا، تہران، ۱۳۳۳ھ

(۱۵) محمد، امام غزالی ''خلاصۃ التصانیف فی التصوف'' مشمولہ: ''مجموعہ رسائل امام غزالی'' ص ص ۱۶۸، ۱۶۹، محولہ بالا

(۱۶) محمد، امام غزالی، ''ایہا الولد'' مشمولہ: ''مجموعہ رسائل امام غزالی'' ص ص ۲۶۲، ۲۶۳، محولہ بالا

(۱۷) محمد، امام غزالی، ''الادب فی الدین'' مشمولہ: ''مجموعہ رسائل امام غزالی'' ص، ۴۰۶، محولہ بالا

(۱۸) محمد، امام غزالی ''کیمیائے سعادت'' جلد۱، ص ص، ۲۹۔۳۰، نشر علمی وفرہنگی کتبیہ، تہران، ۱۳۸۰ھ